ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ فروری ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا: قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کیا پھر کون سا ہے، فرمایا والدین کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا ہے، ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ"۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام کا دارومدار پانچ چیزوں پر ہے (اولاً) اس بات کی گواہی دینا، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ"۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو (خدا کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے، کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑوں، جب تک کہ وہ اس امر کا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں، تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیں گے اور صرف اسلام کا حق ان پر رہے گا اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے (بخاری و مسلم)

فائدہ

اسلام کا حق۔ مثلاً کسی کو مار ڈالا یا چوری یا زنا کیا تو اس کے مطابق قصاصاً و حدًا قتل کیا جائے گا۔ اور ہم ظاہر پر احکام اسلام نافذ کریں گے اگر دل میں کفر شرک ہوگا۔ تو آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ خود اس کی سزا دیں گے، واللہ اعلم وعلمہ واتم

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ "اِنَّکَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا... لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاِیَّاکَ وَکَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت معاذ بن جبل رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن کی طرف (والی) بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ تو اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس آئے گا۔ چنانچہ ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ تعالےٰ کا رسولؐ ہوں، پھر اگر وہ اس چیز کی اتباع کریں تو ان کو بتلا دینا کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر اگر وہ اس بات کی بھی اطاعت کریں، تو ان کو آگاہ کر دینا، کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کو دی جائے گی پھر اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کے عمدہ مال سے احتراز کرو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔ اس لئے کہ اس کے درمیان اور اللہ تعالےٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔

(بخاری و مسلم)

★

ایڈیٹر:- مناظر حسین نظر
فون نمبر:- ٦٧٥٤٥

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ چندہ:- ١١ روپے
ششماہی چندہ ٦ روپے

جلد ٩ | ٢١ فروری ١٩٦٤ء بمطابق شوال المکرم ١٣٨٣ھ | شمارہ ٣٩

بد دیانتی کا انسداد کیجئے

پاکستان میں سرکاری ملازمین کی اکثریت اپنی بددیانتی اور نااہلی کی وجہ سے جس حد تک بدنام ہو چکی ہے۔ اس سے پاکستان کا ہر شہری بخوبی واقف ہے۔ یہ جملہ زبان زد خلائق ہے کہ پاکستان میں کسی سرکاری ملازم سے کام نکلوانے کے دو ہی ذرائع ہیں۔ "رشوت یا رشتہ" گویا کہ حرام خوری اور خویش پروری ہماری معاشرتی زندگی کا خاصہ بن چکی ہیں۔ ان حالات میں سرکاری ملازمین کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں ہے۔

جہاں تک کاغذی کارروائی کا تعلق ہے۔ حکومت اس سلسلہ میں کئی اقدام کر رہی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ سرکاری ملازمین میں اس کا رد عمل کیا ہوتا ہے ــ ہماری رائے میں سرکاری ملازمین کی اکثریت حکومت کے لئے دردِ سر ثابت ہو رہی ہے ــ بخلاف اس کے قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن افسروں پر حکومت اعتماد کر کے قواعد ضوابط کے نفاذ کا کام سپرد کرتی ہے وہی ان کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حالات میں بددیانتی اور نااہلی کے خلاف حکومت کی کامیابی کی کیا توقع ہو سکتی ہے ــ ہم حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ سرکاری ملازمین کو کتاب و سنت کی روشنی میں تربیت دے کر ان کے اندر ذہنی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرے ــ صرف قانون کے ذریعہ سے نہ کبھی کسی طبقہ کی اصلاح ہوئی ہے اور نہ اب ہوگی۔ قانون کے ساتھ ساتھ مذہب کی تعلیم کو لازمی قرار دے کر اس پر عمل کرانے کا بھی اہتمام کیا جائے ــ تاکہ ہمارے ہر کام میں نصرت الٰہی بھی شامل حال ہو جائے۔

اس سلسلہ میں حکومت کو چاہیئے کہ وہ جلد از جلد تمام سرکاری ملازمین کے لئے نماز کی پابندی لازمی قرار دے۔ اس سے ان کا تعلق باللہ درست ہو کر ان کے اندر فرض شناسی کا جذبہ بیدار ہوگا جب تک انسان کے اندر خوفِ خدا پیدا نہ ہو اس کی اصلاح کی تمام تدابیر بے سود ثابت ہوں گی۔ خوفِ خدا پیدا کرنے کے لئے مذہب کی پابندی ازبس ضروری ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم آزادی کے بعد مذہب سے بھی آزاد ہو گئے ہیں۔ اس ملک میں مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں مذہب اسلام کی جو بے حرمتی ہو رہی ہے اس کی مثال تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈھے سے بھی شاید نہ ملے۔ اس صورت حال کو فوراً بدلنے کی ضرورت ہے۔ مذہبی ادارے اور دینی جرائد کافی تگ و دو کر رہے ہیں لیکن حکومت چونکہ فواحشات و منکرات کی روک تھام نہیں کرتی ــ اس لئے ان کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہو رہی ہیں۔ حکومت کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے تاکہ پاکستان کے تمام مسائل اللہ تعالٰے کی مدد سے حل ہو سکیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ادارہ خدام الدین سرگودھا کے حادثہ میں ہلاک ہونے والے بچوں کے والدین، دوسرے متعلقین اور اہل سرگودھا سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے ــ ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرحومین کے جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس صدمہ سے عہدہ برا ہونے کی توفیق دے ــ آمین۔

دودھ میں پانی!

ہمیں مختلف ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ لاہور کارپوریشن کے حکام کے محتاط اندازہ کے مطابق صرف لاہور میں روزانہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار سیر دودھ استعمال ہوتا ہے اور اس میں چوبیس ہزار سیر پانی ملایا جاتا ہے ــ گویا دودھ میں پندرہ فی صد پانی ہوتا ہے یہ محتاط اندازہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے کم پانی کا دودھ میں ہونا تو ناممکن ہے ــ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ پانی دودھ میں ملایا جاتا ہو۔ یہ اس شہر کا حال ہے جو مغربی پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔ جہاں صوبائی گورنر۔ چیف سکریٹری انسپکٹر جنرل پولیس اور دوسرے بڑے بڑے حکام موجود ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں دودھ میں اس قدر پانی کی ملاوٹ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ہماری قوم کے دل میں قانون کا ذرہ بھر احترام باقی نہیں رہا۔ دوسرے شہروں میں تو حالات اس سے کہیں بدتر ہوں گے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

دودھ اور باقی اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ کرنے والے انسانیت کے بدترین دشمن ہیں اس لئے وہ کسی ہمدردی کے مستحق نہیں لیکن قانون ان سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کا

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)

خطبہ جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۶۴ء ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

تقویٰ شعار و پرہیزگار اور سچا مسلمان وہ ہے جو خالق و مخلوق دونوں کے حقوق ادا کرے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

بزرگانِ محترم!

ارشاد ربانی وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ۝ کے مطابق اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فقط اپنی یاد اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے باقی کام اور مشاغل سب عارضی ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خود اپنے بندوں کے ذمہ بعض فرائض عائد کر دے اور اپنی رضا کو بعض اشیاء کے ساتھ وابستہ کر دے تو اسے اختیار ہے اس صورت میں ان فرائض کی ادائیگی اور مخلوقِ خدا سے محض رضائے ایزدی کی خاطر وابستگی بھی درحقیقت بندگی ہی کے ضمن میں شمار ہو گی اور اسے نیکی کا نام دیا جائے گا

فرمان باری ملاحظہ فرمایئے:-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ لا وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پارہ ۲ رکوع ۶ آیت ۱۷۷)

ترجمہ! یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنے عہدوں کے پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کر لیں اور تنگدستی میں بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

حاصل

یہ نکلا نیکی سچائی اور تقویٰ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جو:-

(۱)۔ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں یعنی جن کے عقائد درست اور اچھے ہیں

(۲)۔ خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے خرچ کرتے ہیں بالفاظ دیگر مالی قربانی کرتے ہیں۔

(۳) صلوٰۃ و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ عبادات میں سب سے بڑی عبادت بدنی اور مالی قربانی ہے بدنی عبادت کی صورت نماز ہے اور مالی عبادت کی صورت زکوٰۃ ہے مقصد یہ ہے کہ نیکی، سچائی اور تقویٰ کی راہ پر چلنے والوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے اور ہر وقت مالک کے حکم کی تعمیل پر مستعد رہتے ہیں صلوٰۃ و زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا تذکرہ قرآن حکیم میں مجموعی طور پر تین صد سے زیادہ مرتبہ آیا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ان دونوں فرائض کی حیثیت بہت اونچی ہے اور ان ارکان کی بجا آوری اور باقاعدگی کے بغیر اسلامی سوسائٹی کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ یعنی ایفائے عہد ان کی خصوصیت ہوتی ہے۔ عہد کی کئی صورتیں ہیں۔ چنانچہ انسان کا معاہدہ اپنے رب کے ساتھ ہو یا دوسرے انسانوں کے ساتھ بہرحال اُسے پورا کرنا چاہیئے روزمرّہ کی زندگی میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے، اپنے بھائی بندوں سے، عزیز و اقارب سے اور عام انسانوں سے بہت سے وعدے کرنے پڑتے ہیں اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان وعدوں کو پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارا رب ہے خالق و معبود ہے ہم اس کی عبادت کریں گے۔ ضرورت اور مشکل کے وقت اسی کو پکاریں گے۔ دامن طلب اُسی کے آگے پھیلائیں گے، اُسی کو وحدہٗ لاشریک اور مختار سمجھیں گے اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے پورا کریں اسی طرح ہم نے اپنے بھائی بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ بزرگوں کی خدمت اور فرمانبرداری، اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت درستیٔ اخلاق اور اصلاحِ احوال کی پوری کوشش کریں گے۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کی مالی مدد کریں گے۔ صلہ رحمی ادا کریں گے۔

معاشرتی اصلاح

ہم نے عوام سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ معاشرہ میں یتیم، مسکین، غریب،

محتاج، مسافر، قیدی، ضرورت مندوں اور مجبور و معذور انسانوں کی ضروریات کا احساس کریں گے۔ ان کی مالی و اخلاقی امداد کریں گے۔ شہری حقوق و قوانین کی نگہداشت کریں گے کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں ملکی دستور کا احترام کریں گے اس کے علاوہ ہمارے اوپر یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کسی نہ کسی صورت میں کیا گیا ہے یا جہاں ہم ملازم ہیں وہاں سے حاصل کی ہوئی تنخواہ اور معاوضہ کے بدلے پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوں۔ وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے پوری دیانت داری سے کام کریں۔ اوقاتِ کار کو خوش گپیوں اور لایعنی مصروفیات میں نہ اڑائیں۔ کسی رو رعایت کو جائز نہ سمجھیں اور ہر کام میں خوفِ خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی اور ایمانداری سے سرانجام دیں

غرض

ظاہر ہے کہ ہم نے اپنی عملی زندگی میں بے شمار انسانوں سے کوئی نہ کوئی وعدہ کر رکھا ہے اور ہمیں ان مواعید کو پوری ذمہ داری سے نبھانا چاہیئے مگر آج کل انسان اس معاملہ میں بہت لیت ہو گئے ہیں۔ انفرادی اجتماعی دونوں صورتوں میں عہد کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے اور اس طرح انہوں نے دنیا کو جہنم زار بنا دیا ہے کاش وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اور تقویٰ و پرہیزگاری کو شعار بنا کر دنیا کو بہشت کا نمونہ بناتے

۵۔ تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف وہراس کا وقت تقویٰ شعار و پرہیزگار اور سچے مسلمان ہر حال میں صبر کرنے والے اور اپنی راہ میں ثابت قدم ہوتے ہیں۔ صبر و ثبات کا دامن کسی حال میں ان سے نہیں چھوٹتا ——

حاشیہ شیخ الاسلام رح

بڑی نیکی جو مغفرت و ہدایت کے لئے کافی ہو یہ نہیں کہ تم صرف اپنا منہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا کرو اور عقائد و اعمال ضروریہ کی پروا نہ کرو نیکی اور بھلائی جو اثر ہدایت اور سبب مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ اور روز قیامت اور جملہ ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لائے اور ان پر یقین کرے اور باوجود محبت اور رغبت کے اپنے مال کو علاوہ زکوٰۃ کے قریبوں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سائلوں کو جو کہ محتاج ہوں دے اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مسلمان جس کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو اس کی رہائی میں یا مقروض کو قرضخواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا غلام مکاتب کو خلاصی دلانے میں مال دلوانے اور نماز کو خوب درستی کے ساتھ پڑھے اور چاندی اور سونے اور جملہ اموالِ تجارت میں سے زکوٰۃ دے اور اپنے عہد و قرار کو پورا کرے اور فقر و فاقہ اور بیماری اور تکلیف اور خوف کی حالت میں صبر و استقلال سے رہے اور یہود و نصاریٰ چونکہ ان عقائد اور اعمال و اخلاق میں قاصر اور ناقص تھے اور طرح طرح سے ان میں خلل اندازی کرتے تھے جیسا کہ آیاتِ قرآنی میں اس کا ذکر ہے تو اب یہود و نصاریٰ کا صرف اپنے استقبال قبلہ پر ناز کرنا اور اپنے کو طریق ہدایت پر مستقیم سمجھنا اور مستحق مغفرت کہنا بیہودہ خیال ہے۔ تاوقتیکہ ان اعتقادات اور اخلاق و اعمال پر قائم نہ ہوں گے جو اس آیہ کریمہ میں بالتفصیل مذکور ہیں —— صرف استقبال قبلہ سے نہ ہدایت نصیب ہو سکتی ہے نہ عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے۔ جو لوگ اعتقادات و اخلاق و اعمال مذکورہ کے ساتھ متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات اور ایمان اور دین میں یا اپنے قول و اقرار میں اور وہی لوگ پرہیزگار اور متقی ہیں ——

حاصل

یہ نکلا کہ سچے مسلمان، تقویٰ شعار و پرہیزگار وہی لوگ ہیں جو خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ جو لوگ خالق کی عبادت اور اس کے مقرر کردہ لائحہ عمل کے مطابق عمل میں کوتاہی کرتے ہیں یا مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں خیانت کرتے ہیں، مخلوقِ خدا پر رحم نہیں کھاتے یا اللہ کی مخلوق سے ہمدردی نہیں رکھتے وہ سچے مسلمان اور متقی کہلانے کے کسی صورت میں بھی مستحق نہیں۔

دوسری شہادت

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا —— وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

(رکوع ۔ سورۃ آل عمران ۱۳۰ تا ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! سود دونے پر دونا مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا چھٹکارا ہو اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور اللہ اور رسول کی تابعداری کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ —— اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے اور اپنے کئے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں —— یہ لوگ ان کا بدلہ کے رب کے ہاں سے بخشش ہے اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کو کیسی اچھی مزدوری ہے —— جو صبر و تقویٰ کی لازوال نعمتوں سے مالا مال ہونا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سودی لین دین کو قطعی چھوڑ دے کیونکہ یہ وہ ہیبت ناک بلا ہے کہ اس کے چکر میں پھنسا ہوا انسان اس وقت خلاصی پاتا ہے۔ جب اس کی اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگیوں کا خاتمہ ہو چکتا ہے —— اپنے بندوں کو اس مصیبت سے محفوظ رکھنے کی خاطر حق تعالےٰ شانہٗ نے حکم دے دیا کہ سود لینا دینا قطعی حرام ہے۔ چنانچہ مسلمانوں سے ارشاد ہوتا ہے! دیکھو یہود کی دیکھا دیکھی کہیں اسی طرف تمہارا رجحان نہ ہو جائے ورنہ یاد رہے کہ سود خواروں کے لئے دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ اگر تم آسانی اور فراغدستی چاہتے ہو تو اسے خدا سے طلب کرو جو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے سودی لین دین کی عارضی آسانیاں کس کام کی جو چند در چند مصائب میں گرفتار کر دیں

نماز کے اوقات

آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

صلوٰۃ کو قرآن کریم میں دو معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک جگہ یہ صرف دعار کے لئے آیا ہے اور دوسری جگہ یہ ایک ایسی مخصوص عبادت کے مفہوم میں آیا ہے جسے ہم نماز کہتے ہیں۔ جس کی ابتدا تکبیرۂ الحرام سے ہوتی ہے اور اختتام سلام پر، درمیان میں قیام رکوع، سجود وقعود وغیرہ آتے ہیں۔ یہ سب قنوط کے ساتھ ہیں۔ قنوط کے معنی ان تمام حرکات وسکنات اور کلام وغیرہ کے اجتناب کے ہیں جو نماز میں شامل نہیں۔ اگرچہ مسلمان ایک جگہ موجود ہوں تو نماز جماعت ادا کی جائے۔ خواہ یہ اجتماع میدان جنگ ہی میں کیوں نہ ہو۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کو دن رات میں پانچ مرتبہ نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ آنحضورؐ کی بعثت سے لے کر آج تک مسلمانوں کے کسی ممتاز فرقہ میں نماز کے بارے میں کسی ایک رکن میں نہ تو اضافہ ہوا ہے اور نہ کمی ہوئی ہے۔ دین اسلام کے پیرو کرۂ ارض کے مختلف مقامات میں، دن اور رات کے ہر حصے میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض پر مختلف مقامات پر قدرت کے مقرر کردہ نظام شمس وقمر کے تحت کہیں نماز فجر ادا کی جارہی ہے تو کہیں عشار، کمال یہ ہے کہ ساری نمازیں وقت واحد میں ادا ہو رہی ہیں۔ آفتاب وزمین گردش میں ہیں۔ تو مسلمان عبادات میں مشغول ہیں۔

یہ تو صرف فرض عین کا ذکر ہوا۔ غیر مفروضہ نمازوں کے لئے سورۂ مزمل اور دیگر سورتوں میں کئی ایسی آیات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ نماز معاشرے کی تشکیل کے لئے سرگرم عمل ہونے کا نام نہیں بلکہ فرض کے علاوہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی بارگاہ میں مخصوص طریقہ پر جس وقت چاہیں سرِ نیاز جھکانے کا نام ہے۔

نماز کو اسلام کے ستون کی حیثیت حاصل ہے جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے اسلام کے ستون کو ڈھادیا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا فرض ہے۔ جو زندگی کے چند آخری سانسوں تک برقرار رہتا ہے۔ جس شخص کو پہلو بدلنے اور سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ اشاروں سے نماز ادا کرے۔

نماز کی فرضیت میدان جنگ میں بھی قائم رہتی ہے اور قرآن مجید میں نماز کے لئے برابر تاکید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

نماز کی محافظت اور پابندی کرو خاص کر درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور میں عاجزی اور ادب سے کھڑے ہوا کرو پھر اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو نماز پڑھ لو، خواہ پیدل ہو یا سوار پھر جب تمہیں امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں تعلیم دی ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ (۲- ۲۳۹ - ۲۳۸)

صلوٰۃ الوسطیٰ (عصر کی نماز چونکہ یہ دن کی دو نمازوں (فجر وظہر) اور رات کی دو نمازوں مغرب اور عشار کے درمیان آتی ہے اس لئے اس کو درمیانی نماز کہا جاتا ہے (قرآن $\frac{۹۷}{۵}$) میں لیلۃ القدر کا وقت فجر تک بتایا گیا ہے۔ اس لئے فجر کی نماز کا شمار دن کی نمازوں میں ہو گا۔

سورۂ بنی اسرائیل کی حسب ذیل آیت میں اوقات نماز سے متعلق صاف وصریح احکام اس آیت میں موجود ہیں۔

ترجمہ:۔ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشآ کی چار، نمازیں پڑھا کرو اور ان کے علاوہ فجر کی نماز بھی پڑھو بے شک فجر کے وقت قرآن مجید پڑھنا (فرشتوں کی) حاضری کا وقت ہے (اور کچھ رات سے) نماز تہجد بھی پڑھا کرو وہ آپ کے لئے بمنزلہ نفل کے ہے۔ عجب نہیں کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں داخل کر دے۔"

یہ آیات بھی تاکید نماز اوقات مقررہ پر دلالت کرتی ہیں بالخصوص فجر عصر کی تاکید زیادہ ہے۔

ترجمہ:۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد وستائش کیا کیجئے۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کی بعض گھڑیوں میں بھی تسبیح کیا کیجئے اور ان کے اطراف میں بھی تاکہ آپ اس سے خوش ہوں۔"

طلوع آفتاب سے قبل نماز فجر اور غروب سے بیشتر عصر کا وقت ہے اور رات کی بعض ساعتوں سے مغرب اور عشار کی نمازیں مراد ہیں۔ اطراف جمع ہے۔ طرف کی طرف نمبر۱ فجر ہے۔ طرف نمبر۲ قبل از زوال۔ اس میں کوئی نماز نہیں۔ تیسرا طرف بعد زوال ہے۔ جس میں نماز ظہر چوتھا طرف قبل از غروب ہے جس میں عصر ہے۔

ترجمہ:۔ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر قائم رہیئے۔ ہم آپ سے روزی کے طالب نہیں بلکہ ہم آپ کو رزق دیتے ہیں اور عافیت (کی سرفرازی) پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

عبادت کے جملہ فرائض میں صلوٰۃ سب سے اہم اور فرض عین ہے جو قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں موجود ہے۔

بقیہ: خطبہ جمعہ صہ ۵ سے آگے

سنو! ابدی خوشیاں انہیں نصیب ہوتی ہیں۔ جو مال و دولت کی حرص وہوا کے بجائے اس سے مستغنی ہوں۔ دکھ درد اور خوشی میں یکساں طور پر خدا کے نام پر مستحقین کی امداد کرتے رہیں، غصہ کو پی جانے والے اور خطا کاروں کو لغزشیں معاف کر دینے والے ہوں۔ یہی لوگ نیکو کار ہوتے ہیں یہی لوگ ہر دو جہان میں کامیاب و کامران خیال کئے جاتے ہیں

حاصل

یہ ہے کہ سچے مسلمانوں اور متقین و محسنین کی صف میں شامل ہونے والوں کے اوصاف حمیدہ میں یہ صفتیں بھی شامل ہیں کہ اگر انہیں مخلوق خدا پر غصہ آجائے تو وہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ ضبط سے کام لیتے ہیں خطا کاروں کی لغزشیں معاف کر دیتے ہیں اور اللہ کے خوف اور انسانوں کے ہمدرد ہونے کے باعث سودی لین دین کے قریب بھی نہیں جاتے کیونکہ یہ انسانیت کی تباہی کا باعث بنتا اور مخلوق خدا کا خون نچوڑ لیتا ہے۔ (باقی باقی)

وعدۂ نصرت الٰہیہ پر یقین و عمل ہی کامیابی کا راز ہے

ایم۔ عبدالرحمٰن لودھیانوی ـــ شیخوپورہ

ابتدائے جہاں میں سب لوگ دین فطرت پر تھے

انسان اس دنیا میں آکر آباد ہوا اور اس کی نسل پھیلنی شروع ہوئی تو سب دین فطرت پر تھے، ان میں نہ اجتماعی زندگی تھی، نہ مدنیت نہ سوسائٹی، نہ میل و ملاپ کا ضابطہ لیکن بغیر اجتماع کے ضروریات زندگی کی فراہمی ناممکن تھی۔ اگرچہ حصول معاش کے ذریعے کے ذریعے غیر محدود نہ تھے۔ صرف شکار پر بسر اوقات تھی مگر شکار بھی انفرادی شکل میں ناممکن تھا اس لئے کام تقسیم کر لیا گیا کسی نے شکار مارنا اپنے ذمہ لیا اور کوئی اس کو بھوننے اور پکانے کا کفیل ہوا، اسی طرح رفتہ رفتہ زراعت اور تجارت کے پیشے بر روئے کار آئے۔ جب معاش کے ذرائع میں اضافہ ہوا تو کچھ لوگ آرام طلب اور ناکارہ ہو گئے وہ دوسروں کی کمائی پر بسر کرنے لگے۔ یہاں سے حق تلفی کی ابتدا ہوئی بغیر محنت پرائی کوشش سے فائدہ اٹھانے کی بنیاد پڑی، پھر جب مدنیت بڑھی تو غصب حقوق کی وبا پھیلی۔ عقلاء نے نصیحت کی اور پرائی حق تلفی سے روکا لیکن فریق مخالف نے نہ مانا بلکہ دلائل سے ان کی تکذیب کی اور اپنے کردار کو صحیح ثابت کیا اس طور پر اختلاف آراء کی بنیاد پڑی۔ اس کے بعد عدل و ظلم کا امتیاز کم ہو گیا۔ حصول معاش کے جائز و ناجائز ذرائع کو جدا جدا کرنا مشکل ہو گیا اور فتنہ و فساد کا زمانہ آگیا اور انسانی دماغ اصلاح سے قاصر رہے تو خدا تعالیٰ نے بعض مخصوص عقلمندوں کو اپنا پیغامبر بنا کر اپنے اصلاحی قوانین اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی ہدایات دے کر بھیجا اور صاف طور پر فرما دیا کہ جو لوگ عزت و حکومت اور دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو ناجائز کمائی کے ذرائع یک دم بند کر دینے چاہئیں باہمی تعاون سے کام لینا چاہیئے۔ جو واقعی ضرورت مند ہیں ان کی مدد کرنی لازم ہے، جو ظالم اور مفسد ہیں، امن و صلاح کو تباہ کرنے والے ہیں ان کی بیخ کنی ضروری ہے۔ ایمان کے ساتھ نیکو کاری کرنے والے ہمیشہ ترقی و عروج پر رہیں گے اور اللہ کے منکر اور اس کے احکام سے سرتابی کرنے والے خوار و ذلیل ہوں گے ہدایات الٰہیہ سے ایک خاص طبقہ نے فائدہ اٹھایا۔ حقوق الٰہیہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے بندگانِ خدا کے حقوق بھی ادا کئے اور جن لوگوں کا وجود امن عالم کو تباہ کرنے والا تھا ان کو برباد کرنے کی کوشش کی۔ اہل حق اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ مگر خدا نے ان کو غلبہ عطا کیا اور ظالم کافر مغلوب ہوئے۔

بنی اسرائیل کا دور

عالم انسانی کا انتظامی سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا دور آیا۔ خدا تعالےٰ نے ان سے بھی وہی وعدہ کیا جو پہلے لوگوں سے کیا تھا مگر ایک مدت تک انہوں نے احکام الٰہی کی پرواہ نہ کی اس لئے برباد رہے جب مایوس ہوئے ہدایت خداوندی کی طرف دوڑے تو عظیم الشان حکومتیں ان کے ہاتھ آئیں۔ حضرت داؤد ؑ حضرت سلیمان ؑ اور دوسرے بڑے بڑے بادشاہ ان میں ہوئے اور کفر کی دنیا ان کی محکوم ہو گئی لیکن پھر جب سرتابی کی تو ذلت و خواری سے دوچار ہونا پڑا۔ بخت نصر اور دوسرے بادشاہوں نے ان کا تختہ الٹ دیا پھر ان کو ہوش آیا اور قانون اصلاح ہاتھ میں لیا تو خدا نے پھر ان کو فروغ دیا۔ غرض دنیا میں یونہی ہوتا رہا کہ جو قوم عادل، عامر، منصف، نیکوکار، متقی، خدا ترس رہی خدا نے اس کو حکومت و شوکت عطا کی اور جو لوگ ظالم نافرمان سرکش اور کافر تھے وہ مغلوب ہوئے۔ آخر میں اسلامی دور آیا۔ ان سے بھی خدا نے وہی وعدہ کیا جو گزشتہ اقوام سے کیا تھا۔ شوکت و جلال کے حصول کا راستہ بتایا اس پر چلنے کی ہدایت کی۔ ایمان اور نیکوکاری کی تلقین کی۔ ادائے نماز اور تعاونِ باہمی کا حکم دیا اور ظالموں کے مقابلہ میں اڑ جانیکا امر نازل ہوا۔ چونکہ قانون قدرت ایک ہے، فطرتِ الٰہیہ ایک ہے اس لئے اگر کسی قوم کو ترجیح ہو سکتی ہے تو قانون قدرت پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے ورنہ کسی خاص قوم سے خالق کا کوئی خاص رشتہ نہیں۔ مسلمانوں کو خاص طور پر بغیر کسی ابہام و اجمال کے ہدایت کر دی کہ اگر عروج و ترقی چاہتے ہو۔ تو دین

مسلمانوں کو ہدایات

الٰہی پر ثابت قدم رہو۔ نمازیں پڑھو زکوٰۃ دو، کسی کی حق تلفی نہ کرو، شرک نہ کرو۔ اللہ تم کو غلبہ عطا فرمائے گا دشمنوں کو پست کرے گا۔ تم کو امن اور چین کی زندگی نصیب ہوگی۔ دنیا کی قومیں تمہارے زیر قدم رہیں گی لیکن اگر قانون توحید و عدل سے سرتابی کی تو پھر وہی حیص بیص، اور فتنہ و فساد کا زمانہ آ جائے گا، راحت تکلیف سے، امن فساد سے، حکومت محکومی سے، عزت ذلت سے اور دولت افلاس سے بدل جائے گی چنانچہ یہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا۔ شروع میں مسلمان تھوڑے تھے سخت تکلیف میں تھے کفر کی دنیا غالب تھی۔ دس سال تک بڑی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا بالآخر وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، ہر ایک سے منہ موڑا اور راہِ خدا میں نکل کھڑے ہوئے کوہِ نما استقلال قائم رکھا۔ دریا کی طرح ہمتوں میں وسعت پیدا کی۔ آپس میں بھائی بھائی اور کافروں کے مقابلہ میں سیسہ پلائی عمارت کی طرح جم گئے خدا نے ان کو شوکت و عزت اور حکومت بخشی، مدینہ منورہ، مکۃ معظمہ، خیبر

بحرین، یمن، طائف اور نجد وغیرہ پر حکومت ہوگئی، ہجر کے مجوس اور حدود شام کے رہنے والوں نے خراج دینا شروع کر دیا۔ شاہِ روم، والئے مصر اور امیر حبشہ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تحائف وہدایا بھیجے۔ غرض مصیبت اور مشقت کے دن گئے اور فراخی وعیش کی زندگی نصیب ہوئی رفتہ رفتہ مصر، عراق، شام، روم اور مغرب میں اندلس قبرص، قرطبہ اور قیروان تک فتح ہو گیا۔ بحر ظلمات تک پہنچ گئے اور مشرقی سمت میں ایران، اہواز، خراسان اور بلخ تک زیر نگیں ہوگیا۔ خاقان چین کو شکست دی، ترکوں کو تہ تیغ کیا اور جہاں میں سب سے بڑا اقتدار انہی کا ہو گیا—

لیکن جونہی ان میں عدالت سے انحراف ہوا۔ نیکو کاری میں کمی آئی۔ عبادتِ الٰہیہ میں سستی پیدا ہوئی۔ انصاف کی طرف توجہ کم کرنے لگے۔ تباہی پھیلنے لگی۔ حضور اقدسؐ کے بعد تیس۳۰ سال بہت قوت وشوکت رہی پھر گھٹنے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اب ان سے زیادہ کمزور حالت دنیا میں کسی قوم کی نہیں۔ سچ ہے جو قوم اللہ کی ناشکری کرتی ہے، وہ خدا کو ہرا نہیں سکتی اور اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتی۔

وعدۂ نصرت

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ج وَمَاْوٰھُمُ النَّارُ ط وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ہ (پ ۱۸ سورہ نور ع ۱۳)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مومن اور نیکو کار ہیں اُن سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ زمین میں ان کو ضرور جانشین بنائے گا جس طرح ان کے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور بالضرور ان کے لئے اس دین کو مضبوط کر دے گا جس کو ان کے لئے اللہ نے پسند کیا ہے اور خوف کے بعد ان کو امن دے گا کہ وہ میری عبادت کیا کریں گے۔ کسی چیز کو میرا شریک نہ بنائیں گے اور اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے وہی فاسق ہیں۔ تم ٹھیک ٹھیک نماز پڑھو۔ اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کا حکم مانو تاکہ تم پر رحم کیا جائے — (اے نبی) تم خیال بھی نہ کرنا کہ ملک میں کافر مسلمانوں کو ہرا دیں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یقیناً وہ بڑا ٹھکانا ہے۔

تحلیل اجزاء

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الخ)

شانِ نزول

ابن ابی حاتم طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول پاکؐ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تمام جزیرۂ عرب بلکہ حدود شام کے رہنے والے عیسائی بھی دشمن ہو گئے ہر وقت دشمنوں کی یورش کا خطرہ رہتا تھا شبانہ روز خوف کی حالت تھی ہر وقت مسلمان ہتھیار بند رہتے تھے۔ ایک بار ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہمارے لئے ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا؟ کہ ہتھیار کھول کر امن کے ساتھ رہیں اور اللہ کے سوا ہم کو کسی کا خوف نہ ہو، حضورؐ نے فرمایا کسی قدر اسی حالت پر صبر کرنا پڑے گا۔ لیکن پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ تم امن کے ساتھ جلسوں میں چادریں اوڑھے ہوئے بیٹھے رہو گے اور ہتھیار کا نام بھی نہ ہوگا — یہ آخری جملے صرف ابو العالیہ کی روایت میں آئے ہیں۔

اس وقت آیات مذکورہ کا نزول ہوا۔ آیات کا سبب نزول اگرچہ صحابہ کی خطرناک حالت تھی مگر آیت کا حکم صرف صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام وہ لوگ جو مومن، نیکو کار، عبادت گزار، نمازی، پرہیزگاری اور فرائض ادا کرنے والے اور محرمات سے اجتناب رکھنے والے ہیں۔ سب کے لئے وعدۂ نصرت عام ہے۔ کسی زمانہ میں ہوں اور کسی ملک کے باشندے ہوں، صرف خلفائے اربعہ یا مہاجرین یا اہل عرب کے لئے یہ حکم نہیں ہے روایاتِ سلف میں جو صراحت آئی ہے کہ صحابۂ کرام سے خدا نے وعدہ نصرت کیا ہے اس سے مراد تخصیص حکمی نہیں بلکہ تعیین مورد کی صراحت مقصود ہے ورنہ حکم تمام اہل حق کے لئے عام ہے۔

لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ —

شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ زمین سے عرب وعجم کی زمین مراد ہے — ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی کہ میں نے اس کے مشارق

وعدۂ خلافت

ومغارب کو دیکھ لیا۔ عنقریب میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تھی —

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے نیکو کار مومنوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ روئے زمین کی حکومت ان کو عطا کرے گا تاکہ اقامتِ عدل، اشاعتِ خیر اور ممانعتِ شر میں وہ اللہ اور اس کے انبیاء کے نائب ہوں اور یہ وعدۂ خلافت مسلمانوں ہی سے کوئی نیا وعدہ نہیں بلکہ ان سے پہلے گزشتہ اقوام کو بھی اسی طرح حکومت وعزت عطا کی تھی۔ بنی اسرائیل وغیرہ کو بھی ملک میں تسلط اور ترفع بخشا تھا —

دین حق کو قوت پہنچانا

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمْ:-

ہوشمند اور سمجھ دار طبقہ دنیا میں کم ہے۔ دلائل وبراہین کی روشنی میں کسی چیز کی صداقت وحقانیت کا اقرار کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں یہی وجہ ہے کہ حق کی مخالفت کثیر افراد کی طرف سے ہوتی ہے اور دنیا کی زیادہ آبادی سچائی کو مٹانے کے درپئے رہتی ہے دین اسلام کی قوت اور پختگی اگرچہ اپنے اٹل اصول اور ناقابل زوال ضوابط کی وجہ سے ہے مگر جن کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو ان کو سورج کی شعاعیں نظر نہیں آتیں۔ اس لئے ضروری ہوا روحانی اور دماغی صداقت کے ساتھ

ساتھ تلوار بھی اہل حق کے ہاتھ میں دیدی جائے تاکہ اگر حق کی اشاعت صداقت کے زیر اثر ہو تو اس کی حفاظت تلوار سے ہو خدا تعالے نے قرآن پاک نازل فرما کر روحانی پاکیزگی اور معرفت کے اصول بتائے خلق کا خالق کے ساتھ رشتہ جوڑا۔ معاشرت، اخلاق اور سماج تمدنیت کے ضوابط کی تعلیم دی سیاست کے قواعد سکھائے مگر مفسد اہل عناد کو زیر کرنے کے لئے اہل قرآن کو عمومی تسلط اور حکومت عامہ بھی عطا کی تاکہ کوئی دنیوی اقتدار، ضوابط قرآنی کی مخالفت نہ کر سکے اور سلطنت کے زیر سایہ قرآنی ہدایات پھیل جائیں حقیقت میں خلافتِ ارضی فقط مادی ترفع اور جسمانی حکمرانی ہی کا نام نہیں بلکہ استخلاف کا اصل منشاء دین حق کو قوت پہنچانا اور صداقت کی حمایت کرنا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب اقوام پارینہ بلکہ مسلمانوں نے بھی استخلاف کی اصلی غرض کو فراموش کردیا اور سلطنت کو صرف ظاہری برتری اور نام ونمود کا ذریعہ بنالیا اور دین کی حمایت واشاعت کو پس پشت ڈالدیا تو خدا نے ان سے ظاہری.. شوکت وجلال بھی چھین لیا کیونکہ اس وقت اہل حق کی سلطنت اور اہل باطل کی حکومت میں کوئی فرق نہ رہا تھا اور امتیاز دینی فوت ہو گیا تھا اسی مطلب کی وضاحت آیتِ مذکورہ میں فرمائی ہے اور اس کے بعد تو صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ اہل حق کو جو خوف وہراس کفار کی طرف سے ہے خدا تعالے اس کو ضرور دور کر دیگا اور خوف کی بجائے امن عطا فرمائے گا تاکہ آزادی کے ساتھ اعلان توحید کریں اور اللہ کی عبادت بے روک ٹوک کر سکیں ـــ

کفرانِ نعمت کا نتیجہ

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

لیکن اگر اس انعام سے کسی نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور عطائے سلطنت کی اصل غرض کو فوت کردیا اور عدل کو چھوڑ کر ظلم کی طرف میلان کیا اور توحید وعبادت کے جذبہ کو پس پشت ڈال کر دنیوی کامرانی وعیش پرستی کو مطمح نظر بنالیا اور اس طرح کفرانِ نعمت کیا تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔ حکم الٰہی سے سرتابی کرنے والے ہیں۔ حدودِ شریعت سے خارج ہونے والے ہیں ان سے نہ وعدۂ نصرت ہے نہ غلبہ وتسلط عطا کرنے یا قائم رکھنے کی صراحت مفسرین نے لکھا ہے کہ جب خلفائے اربعہ کے بعد خلافتِ اسلامیہ سنت کسرویہ پر چلنے لگی اور ہرقلی یاد کو اس نے تازہ کرنا شروع کر دیا اور دنیوی نام ونمود اور ظاہری بہبود کے جال میں پھنس گئے اور بیت المال رعایا کا نہ رہا بلکہ سلطنت کا خزانہ ہوگیا اور بادشاہ کا موروثی مال سمجھا جانے لگا اور فسق وفجور پھیل گیا اور خلافت نبویہ کی جگہ تسلط قیصری نے لے لی تو مسلمانوں کے اقبال کے ستارہ کو گھن لگنا شروع ہوگیا۔ صعود کی بجائے ہبوط اور سعادت کی بجائے نحوست آگئی اور اصول قرآنی کی خلاف ورزی نے حکومت اسلامیہ کی جڑ کو گھن کی طرح کھانا شروع کردیا اور انجام کار یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا جو ہماری نظروں کے سامنے ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اس لئے لازم ہے کہ اللہ کے فرمانوں پر مسلمان کاربند رہیں۔ خصوصاً نماز کی پابندی رکھیں۔ شرعی زکوٰۃ دیں اور ہر قول وعمل میں رسول اللہ ؐ کے نقش قدم پر چلیں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمائے

کفّار خدا کو عاجز نہیں کر سکتے

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا!

نزولِ آیات کے وقت عرب کی کفر پرستی جہالت آفرینی اور شرک انگیزی کے علاوہ دنیا کی ممتاز سلطنتیں بھی کافر تھیں دولتِ قیصر، حکومتِ کسریٰ، سلطنت مصر اور امارت عمان کا شاہی مذہب اسلام نہ تھا بلکہ رعایا میں سے بھی کوئی فرد مسلمان نہ تھا کہیں ستارہ پرستی اور آتش پرستی کا رواج تھا کہیں صلیب پرستی اور برائے نام عیسائیت مقبول طبائع تھی۔ پھر ایران کے زیر اثر عراق میں، اور روم کے زیر اثر شام میں بھی کافروں ہی کی حکومتیں تھیں۔ مسلمانوں کے وطن کی حالت بھی بہت ہلاکت آفرین تھی، خیبر، فدک اور یونیہ کے یہودی بغلی گھونسہ بنے ہوئے تھے۔ منافق آستین کا سانپ تھے۔ قبائل غطفان اور قریش کی وہ شورا شوری تھی کہ الامان۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنے مذہب، جان ومال، اولاد اور آبرو کا خطرہ ہونا اقتضائے بشریت کے موافق تھا اس لئے بطور تسلی فرمایا کہ یہ تمام کفار خدا کو ہرا نہیں سکتے آخر میں ان کا برا انجام ہوگا، یعنی کفار کی ظاہری طاقت، مال کی فراوانی، لشکر کی کثرت، جاہ وجلال کی سطوت کوئی بھی خدا پر غالب نہیں آسکتی۔

مسلمانوں میں اگرچہ مادی قوت نہیں ہتھیاروں اور فوجوں کی طاقت نہیں، ملک کی وسعت نہیں، مگر خدائی طاقت ان کے ساتھ ہے جو تمام عالم پر غالب ہے وہی کافروں پر مسلمانوں کو غالب کرے گا اور وہی عالمگیر قوتوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر پھینک دیگا اس لئے ہراس وخوف نہ کرنا چاہیئے بلکہ صبر کے ساتھ قوانین اسلامی پر عمل کرنا اور رسول اللہ ؐ کے حکم کو ماننا چاہیئے۔

مقصودِ بیان

جو لوگ مومن ہونے کے ساتھ نیکوکار ہیں خدا نے ان سے وعدہ کرلیا ہے کہ دنیا کی سلطنت ان کو عطا فرمائے گا۔ حکومت عطا کرنے کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ چند ظالموں کے پنجہ سے دنیوی مردار کو نکال کر دوسرے مردار خوار گدوں کے حوالہ کر دیا جائے بلکہ دنیوی سلطنت دینے کا اصل منشاء دین کو مستحکم کرنا ہے۔ جذبۂ دینی ہونا چاہیئے۔ حصول دولت وحکومت سے مقصود یہ ہے کہ اشاعتِ دین اور استحکام اصول قرآنی ہو۔ تبلیغی اصلاح بے روک ٹوک کی جائے، محض دنیا طلبی مقصود نہ ہو۔ جو حکومتیں مال ودولت کو محض عیش پرستی اور آرام طلبی کا وسیلہ سمجھ لیتی ہیں۔ ان سے وعدۂ نصرت نہیں ہے۔

کوہِ حلوان پر حضرت عیسیٰؑ کے ایک صحابی کا قبولِ اسلام

فاروقِ اعظمؓ کی فوج کے ہاتھ پر ایک شاندار معجزہ کا ظہور

(از مولوی محمد اسحاق صدیقی لکھنوی)

ہوا جنگ فارس کا جب اہتمام　　چلے شوق میں سب صحابۂ کرام
تھے سعد ابن وقاص سردار فوج　　چلی فوج یوں جیسے دریا کی موج
کیا کوہِ حلواں پہ آکر قیام　　خور و نوش کا تا کریں اہتمام
اذاں جب وہاں دی گئی بر ملا!　　تو پیدا ہوئی کوہ سے اک صدا
ہوئے پھر تو حیرت میں پیر و جواں　　کہ دیتا تھا کوئی جوابِ اذاں
بہت فکر کی، چھان ڈالا پہاڑ　　نہ چھوڑی گئی کوئی جھاڑی نہ جھاڑ

معاً حضرت سعدؓ نے خط لکھا　　کہ گذرا ہے اس طرح اک واقعہ
وہ خط جبکہ حضرت عمرؓ نے پڑھا　　جواب اس کا اس طرح سے لکھدیا
کہ جب واپسی ہو بصد احترام　　اسی کوہ پر جا کے کرنا قیام
اذاں پھر اسی طرح دینا وہاں　　اگر دے کوئی پھر جوابِ اذاں
تو کہنا یہ اس کوہ سے اے جبل　　یہ فرمانِ فاروقؓ ہے برمحل
جو دیتا ہے تجھ میں اذاں کا جواب　　اسے کردے ظاہر تو ہم پر شتاب

غرض جنگ سے جب فراغت ہوئی　　مدینے میں آنے کی نوبت ہوئی
اذاں دی گئی پھر برائے نماز　　تو پیدا ہوئی وہ صدا دل گداز
جوابِ اذاں کوئی دینے لگا　　تو پھر حضرت سعدؓ نے یوں کہا
کہ اے کوہ سُن تجھ میں جو مردِ دیں　　جوابِ اذاں دیتا ہے بالیقیں
اسے کردے ہم پر تو اب آشکار　　یہ ہے حکمِ فاروقؓ عالی وقار
نظر آئی شانِ خدا کوہ پر　　کہ شق ہوگیا سُن کے نامِ عمرؓ

برآمد ہوا ایک مردِ ضعیف　　معمر بزرگ اور بالکل نحیف
تھے آنکھوں پہ پلکوں کے پردے پڑے　　اٹھا کر انہیں ہاتھ سے دیکھتے
ہوا پہلے تو حسبِ سنت سلام　　لگا کہنے بعد اس کے وہ نیک نام
کہاں ہیں جنابِ رسالت مآبؐ　　دیا حضرت سعدؓ نے یہ جواب
ہوئے واصلِ حق وہ عالی جنابؐ　　کہا اس نے پھر با صد پیچ و تاب
کوئی آپ کا اب خلیفہ بھی ہے؟　　کسی نے یہاں ان کو دیکھا بھی ہے!

کہا سعدؓ نے پھر یہ بے اختیار　　کہ بوبکر صدیقؓ گردوں وقار
شہ دیںؐ کے پہلے خلیفہ ہوئے　　مگر وہ بھی جنت کو سدھے گئے
خلیفہ ہیں اب اُن کے حضرت عمرؓ　　خلافت ہے ان کی بصد کرّ و فر
یہ سب شہؐ کے خدام ہیں خوش نصیب　　زیارت مجھے بھی ہوئی ہے نصیب

ان ہی دونوں آنکھوں سے دیکھا جمال　　درخشاں تھا وہ مثلِ بدرِ کمال
حدیثیں سنی ہیں انہیں کان سے　　لیا کرتے تھے فیض قرآن سے
اسی منہ سے چومے ہیں شہ کے قدم　　نہیں جھوٹ ہے یہ خدا کی قسم
کہا اس نے دستِ کرم لائیے　　ذرا اب نہ تاخیر فرمائیے
خدارا بہت جلد بیعت کرو!　　مجھے داخلِ خیرِ اُمت کرو!
پڑھا اس نے پھر کلمۂ لا الٰہ　　کہاں ہیں محمدؐ رسولِ الٰہ

کیا حضرت سعدؓ نے پھر سوال　　کہ اے شخص بتلا تو اب اپنا حال
کہا اُس نے مہماں کوئی دم کا ہوں　　صحابی میں عیسیٰؑ ابن مریم کا ہوں
محمدؐ کی تعریف حضرت مسیحؑ　　کیا کرتے تھے با زبانِ فصیح!
فضائل سناتے تھے اصحاب کے　　اس اُمت کے ابدال و اقطاب کے
مرے دل میں خواہش یہ پیدا ہوئی　　کہ ہوتا میں کاش آپ کا اُمتی
کہا میں نے پھر اے نبیِ خدا　　مرے حق میں فرمائیے یہ دعا
کہ دنیا میں اس وقت تک میں جیوں　　جمالِ شہؐ دوسرا دیکھ لوں

دعا کی مرے حق میں جب شاہؑ نے　　تو بھیجا پیام ان کو اللہ نے
زیارت صحابہؓ کی ہوجائے گی　　سعادت یہ قسمت سے ہاتھ آئیگی
کیا میں نے پھر شکرِ پروردگار　　لگا کرنے اس وقت کا انتظار
ملی آج وہ میرے دل کی مراد!　　کیا ہے مجھے میرے مالک نے شاد

یہ فرما کے خاموش وہ ہوگیا　　غرض موت کی نیند میں سو گیا
لگے دینے غسل و کفن پاک باز　　پڑھی پھر جنازے پہ ان کی نماز
اسی کوہ پہ پھر بنایا مزار　　زیارت کرے تاکہ ہر دیندار
سُنا مومنو! تم نے یہ ماجرا　　سمجھ میں بھی آیا کہو کچھ بھلا
کرامت یہ فاروقِ اعظمؓ کی تھی　　جلالت یہ فاروقِ اعظمؓ کی تھی
کہ تھے تابعِ حکم بحر و جبال　　کرے کوئی سرتابی کیا تھی مجال

قافلہ سالار

جناب حضرت مفتی قاضی الحاج عبدالصمد صاحب سربازی

امیر و قافلہ سالارِ ما ہمہ عربی است!
محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہاشمی و مطلبی است!
شفیع جملہ امم خاتم جمیع رسل
برائے جن و بشر مرسل خدا و نبی است
صفات و ذات و کمالاتِ او بروں زحساب!
بہر چہ نسبت او میکنم بے ادبی است
چہ خوش! کہ صاحب خلق عظیم و شافع خلق!
بذکر و مدحت او در لسانِ ما رطبی است
اطاعتش بہ شمارِ اطاعت رب است!
بدیں رموز نفہمد کسے بدانکہ غبی است
چو محو ساخت ازیں پیش جملہ ادیان را
بنائے دین دگر بالیقین ز بولہبی است
چو ختم گشت نبوت بذاتِ اقدس او!
گماں مبر بہ کسے کو بروزی و ظلی است
بذاتِ ساقیٔ کوثر امیدہا داریم!!!
بروز حشر کہ فریاد و ہا ز تشنہ لبی است
غلام باغی او بے نصیب و محروم است
سبب مپرس کہ حرمانِ او ز بدنسبی است
اساس فتنہ کہ از خواجگانِ لندن بود
بنائے مذہب ایشاں ز لعبت ذہبی است
تمام مذہب شاں بر بنائے الحاد است
ہمہ دعاوی شاں پر ز کفر و بے ادبی است
غلام خواجۂ ہر دو سرا است سر بازی
ستودہ ذات کہ نامش محمد عربی است

امیر انجمن

علامہ لطیف الانور

کون اٹھا انجمن سے انجمن افسردہ ہے
ضبطِ غم بے کیف ہے رنگ سخن افسردہ ہے
آج کیوں میرے تخیل میں نہیں پروازِ نو!
آج کیوں میرے قلم کا بانکپن افسردہ ہے
ذکر کیا اک لالہ و گل کا، زباں کھلتی نہیں
کس طرف اٹھے نظر سارا چمن افسردہ ہے
کون گوشے سے اٹھے گا اب کوئی منصور وار
وقت لب بستہ ہوا، دار و رسن افسردہ ہے
ہر نفس جس کا رہا تبلیغ حق کا اہتمام!
اس کے ماتم میں صداقت کا چلن افسردہ ہے
اب کہاں سے آئے گا بزم تصور میں سرور
آنکھ کیا پائے گی اب، دل کی لگن افسردہ ہے
اب کہاں سے ہاتھ آسکتی ہے تنظیم خیال!
شہر کا عالم ہے جیسے کوئی بن افسردہ ہے
موت کے اس فتنۂ تازہ کا کیا ہو انحصار
دم فضا کا گھٹ گیا چرخ کہن افسردہ ہے
صدمہ جانکاہ ہے مرگِ امیر انجمن
ایک انور کیا کہ ہر فردِ وطن افسردہ ہے



قطب الاقطاب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہ

مومن کی قربانی

مرتبہ: محمد امین بورسٹل جیل — لاہور

جنگ تبوک کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرماتے ہیں کہ جنگ کی تیاری کے لئے سامان فراہم کیا جائے۔ حضرت عمرؓ دل میں خیال کرتے ہیں کہ دیکھیں آج کون زیادہ قربانی دیتا ہے۔ چنانچہ گھر جاتے ہیں۔ اور ہر چیز کا نصف لے آتے ہیں اور نصف گھر والوں کے لئے چھوڑ آتے ہیں۔ جب مسجد نبوی میں مال لاتے ہیں تو حضور پوچھتے ہیں۔ عمرؓ کیا لائے ہو۔ عرض کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ ہر شے کا نصف لایا ہوں اور نصف گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ جناب صدیق رضؓ بھی گھر جاتے ہیں۔ اور گھر کا سارا سامان لے آتے ہیں۔ جب ان سے حضورؐ پوچھتے ہیں، تو عرض کرتے ہیں۔

"کہ حضورؐ سب کچھ حضورؐ پر قربان حتیٰ کہ مال کیا جان بھی قربان۔ حضورؐ دریافت فرماتے ہیں تو عرض کیا۔ "کہ صدیق رضؓ کے لئے اللہ اور اس کا رسول بس"

ایک اور مجلس میں حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک حضورؐ کو دنیا کی ہر شے سے بیوی بچے مال و جان سے زیادہ پیارا نہ جانے حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور اور تو ٹھیک ہے ابھی جان سے آپ پیارے نہیں لگتے۔ بیوی بچوں اور مال سے تو آپؐ پیارے ہیں۔ حضور نے فرمایا "کہ ابھی کسر ہے اور نظر رسالت سے دیکھتے ہیں، پس حضورؐ کی ایک ہی نظر سے حضرت عمرؓ کی آنکھیں کھل گئیں اور عرض کیا "حضور اب آپ جان سے زیادہ پیارے ہیں" پھر حضورؐ مسکرا کر کہتے ہیں — اب بات بن گئی۔ بے شک جان کی قربانی بڑی شے ہے۔ اور اس فدیہ سے مسلمان کامل مومن بنتا ہے اور خدا کی رضا نیز جنت کا حق دار ہوتا ہے —

قربانی بڑی چیز ہے۔ مال، اور۔ وقت کی قربانی کرتے رہنا چاہیئے۔ پھر جان جان کی قربانی کرنا بھی آ جائے گا۔ بلکہ وہ تو فرماتا ہے کہ جو خلوص سے جانور قربانی کا ذبح کرتا ہے وہ جان کا بدلہ ہے —

جنگ یرموک کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت حذیفہؓ کا بھائی جنگ میں زخمی ہو جاتا ہے۔ آپ اس کی تلاش کے لئے میدان جنگ میں جاتے ہیں اور آپ اُسے پا لیتے ہیں۔ زخمی بھائی پانی مانگتا ہے آپ پانی کا پیالہ اپنے بھائی کو پینے کے لئے دیتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ کا زخمی بھائی ابھی پیالہ منہ سے لگاتے والے ہی تھے کہ ادھر سے ایک دوسرے زخمی سپاہی کی آواز آتی ہے "پانی" آپ کا بھائی خود پانی پینے سے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ پہلے میرے اس زخمی بھائی کو پانی پلا آؤ معلوم نہیں اُسے کتنی پیاس لگی ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ اپنے بھائی کو چھوڑ کر اس دوسرے سپاہی کے پاس پانی لے کر جاتے ہیں اس نے ابھی پیالہ منہ سے لگایا ہی تھا۔ کہ پاس سے تیسرا زخمی سپاہی پانی کی فریاد کرتا ہے۔ دوسرا زخمی اسی وقت پیالہ اپنے مُنہ سے ہٹا دیتا ہے اور کہتا ہے۔ "کہ پہلے میرے اس زخمی بھائی کو پانی پلا آؤ" چنانچہ آپ جب تیسرے زخمی سپاہی کے پاس پانی لے کر جاتے ہیں تو اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے اُس کے بعد آپ جلدی سے دوسرے کے پاس آتے ہیں۔ لیکن وہ بھی شہید ہو جاتا ہے۔ پھر پہلے کے پاس کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملتا ہے۔ یہ ہے قربانی اور ہمدردی کا جذبہ جو اصحاب کبار میں تھا۔ آؤ ہم بھی اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قربانی ایثار تو درکنار کسی کا حق بھی ادا کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی طرح حق مارنے کی کوشش کرتے ہیں ؎

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

حُبّ دنیا تمام خرابیوں کی جڑ ہے

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ حب دنیا تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ دنیا سارے گناہوں کی اصل ہے اور اس کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے جس چیز میں حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے شرعاً خاص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرۃ ہو۔ دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی حقیقت میں دنیا مال و دولت اور زن و فرزند کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا کسی ذی اختیار کے ایسے مذموم فعل یا حالت کا نام ہے۔ جو اللہ سے غافل کر دے۔ انسان کا کوئی فعل یا حالت جو اس کو حق تعالیٰ سے غافل کر دے دنیا ہے۔ البتہ نیک کام جن کا ثمرہ آخرت میں ملنے والا ہے ان کا وقوع اگرچہ دنیا میں ہوتا ہے۔ ان کی محبت دنیا کی محبت نہیں ہے بلکہ آخرت کی محبت ہے۔

یہ ہمارے اندر مختلف امراض پائے جاتے ہیں ان تمام امراض کی اصل ایک ہی چیز ہے اور وہ حبّ دنیا ہے۔ جس کے دل میں حبّ دنیا جاگزیں ہوگی اس کو آخرت کا اہتمام ہی نہ ہوگا جب آخرت کا اہتمام نہ ہوگا تو وہ نہ برائیوں سے بچ سکے گا اور نہ اعمال حسنہ کی طرف توجہ دے گا۔ جس درجہ کی حب دنیا ہوگی۔ اسی قدر فکر دین کم ہوگی۔ اگر کامل طور پر حب دنیا میں مستغرق ہوگا تو دین سے بھی کامل درجہ کی بے فکری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ (سورہ یونس آیۃ ۷)

البتہ جو لوگ امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اس پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی اور اسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنا لیا اور نہ کبھی قدرت کی نشانیوں میں ہی غور کیا۔ ایسے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۂ یونس ع ۸)

ایسوں کا ٹھکانا آگ ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے ـــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جس چیز کو وہ دوست رکھتا ہے یعنی اس کی عبادت اور اس کی شناسائی اور معرفت

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ گوسفند کے پاس سے ہو کر گزرے آپ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ مردہ کس قدر ذلیل ہے کہ کوئی اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ قسم ہے خدا کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ حق تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے اگر دنیا اس کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت رکھتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا

ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے بچے رہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ جو کوئی دنیا کی توقیر کرے گا۔ قیامت میں اس کو یہ منادی کرتے ہوئے لایا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ ذلیل سمجھتا تھا یہ اس کی عزت کرتا تھا

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دنیا سے نہیں جاتا کہ تین چیزیں اس کو گلوگیر نہ ہوتی ہوں۔ ایک یہ کہ جس مال کو اس نے جمع کیا تھا اس کو سیر ہو کر نہیں کھایا دوسرا جس کام کی امید و آرزو رکھتا تھا اس کو سرانجام نہیں دیا۔ اور تیسرے آخرت کے لئے تیاری جیسی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی۔

نوح علیہ السلام سے جبریلؑ نے دریافت کیا کہ تم نے اتنی بڑی عمر میں دنیا کو کیسے پایا آپ نے فرمایا کہ ایک گھر کی طرح جس کے دو دروازے ہوں آدمی ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے سے نکل جائے

عیسےٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیا کو خدا نہ بناؤ کہیں وہ تمہیں اپنا بندہ نہ بنا لے دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں جتنا ایک کو خوش کرو گے اتنا ہی دوسری ناخوش ہو جائے گی ـــــ

دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے جہاں قید خانہ کے قوانین کے مطابق اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور پہننا پڑتا ہے اگر ان قوانین کی خلاف ورزی کی جائے تو قیدی مستوجب سزا ہوتا ہے۔ مسلمان ہر عمل حیات میں اللہ تعالیٰ کا مقید ہوتا ہے اور یہ قید اس کے لئے رحمت ہوتی ہے۔

دنیا کی زندگی ایک کھیل اور تماشا ہے

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

(پ ۲۷ آیت ۲۰ سورۃ الحدید)

ترجمہ: جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکہ کے اسباب کے اور کیا ہے۔

آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہیئے پھر تماشہ پھر بناؤ سنگار اور فیشن پھر ساکھ بڑھانا اور نام و نمود حاصل کرنا پھر موت کے دن قریب آ جائیں تو مال و اولاد کی فکر کہ میرے پیچھے میرا گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے زندگی بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھاٹھ و سامان فانی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے

اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اُس شادابی اور خوبصورتی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے سازوسامان کا سمجھو کہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھاکر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں ہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا تو سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی اور رضامندی اور جو دولتِ ایمان سے تہی دست رہا اور کفر وعصیان کا بوجھ لے کر وہاں پہنچا تو اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر دھکے ٹکے کھاکر معافی ہے۔

(حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

یاد رکھو دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے اور اکثر باطنی امراض مہلکہ مثلاً غرور، نخوت، کینہ، حسد، حرص اور تفاخر وغیرہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں اور جب انسان میں یہ امراض پیدا ہو جائیں تو آخرت کا دھیان ہی نہیں رہتا۔ جب تک انسان دنیا سے منہ نہ پھیرے اور ان فانی تعلقات کو قطع کرکے پورے اطمینان کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول نہ ہو جائے اس وقت تک تعلق باللہ درست ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن مجید میں بے شمار جگہ پر دنیا کے زہر قاتل کا ذکر کیا گیا ہے

تعجب ہے ان لوگوں پر جو عالم بقا کو سچا سمجھتے ہوئے پھر اس ناپائیدار دنیا پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور ابدی زندگی کی کامیابی کے لئے تیاری نہیں کرتے —— دنیا راہ ہے اور عقبیٰ منزل۔ جو راہ کو منزل سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منزل ان سے دور ہو جاتی ہے۔ منزل کو راہگیروں کی فکر نہیں ہوا کرتی۔ راہ گیروں کو منزل کی تلاش میں نکلنا پڑتا ہے اور اس کی مناسبت سے سامان جمع کرنا پڑتا ہے۔ دنیا کی منزل کی زیب وزینت سیم وزر سے ہے اور عقبیٰ کی منزل میں کام آنے والی چیز اعمال حسنہ ہیں۔ جو شخص اعمال حسنہ کی پونجی لے کر دار آخرت میں جائے گا وہی کامیاب ہو گا۔ دنیا کی دل آویزیوں پر نظر رکھنے کی بجائے منزل پر نظر رکھنی چاہیئے۔ مسافر کو سفر میں خواہ کتنی بھی آسائش کیوں نہ ہو منزل پر پہنچ کر اگر اُسے سکون میسر نہ ہو تو سفر کی آسائشوں کی کوئی حقیقت نہیں دنیا کے ہر کھیل وتماشہ کو مطمع نظر بنانے والا مسافر ہنگامی طور پر خواہ کتنا ہی خوش وقت ہو جائے منزل کے سکون سے محروم رہتا ہے۔ دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے والے جب جنت میں ان مفلس انسانوں کو دیکھیں گے۔ جنہوں نے افلاس وغربت میں بھی آخرت کی زندگی کو مدنظر رکھا اور غربت ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی تو وہ آرزو کرنے لگیں گے کاش ہم بھی غریب ہوتے ——

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس چند روزہ فانی زندگی میں کھیل اور تماشے میں مصروف نہیں ہوتے اور ابدی زندگی کو مدنظر رکھتے ہیں اور اس کے لئے سامان جمع کرتے رہتے ہیں۔

کسب دنیا اور چیز ہے اور حب دنیا اور چیز ہے

حب دنیا مذموم اور ملعون ہے لیکن کسب دنیا بقدر ضرورت جائز ہے۔ لیکن حب دنیا بُری ہے۔ دنیا کمانا زندگی کا وسیلہ ہے مقصد نہیں۔ دولت بُری نہیں ہے۔ بشرطیکہ ذریعہ حلال سے کمائی جائے اور رضائے الٰہی کے مطابق خرچ کی جائے زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے صرف دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ معاش یا رزق بلاشبہ زندگی کی سب سے مقدم اور ناگزیر ضرورت ہے لیکن صرف ذریعہ یا ضرورت ہے مقصد ہرگز نہیں ہے۔ عورتوں مال اور اولاد وغیرہ کی محبت اپنی اپنی جگہ پر خوشنما معلوم ہوتی ہے کسی کو سونے چاندی سے محبت ہوتی ہے کوئی بیوی بچوں پر فریفتہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب دنیوی زندگی کے استعمال کی چیزیں ہیں اور انجام کار کی خوبی تو اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے

(وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ)

دنیا کا ظاہر تو بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اندر نجاست بھری ہوئی ہے ہم دنیا کی ظاہری آب وتاب اور نقش ونگار پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اندر کی خبر ہی نہیں لیتے۔ سانپ جس قدر خوبصورت ہوتا اسی قدر زہریلا ہوتا ہے۔ حقیقت شناس کبھی اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ دنیا کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اگر حقیقت معلوم ہو جائے تو سب نفرت کرنے لگیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ دنیا اللہ تعالےٰ کے ہاں مبغوض ہے اور مبغوض شے اپنے دشمنوں کو دیتے ہیں دوستوں کو نہیں دیتے۔ اللہ والوں کو تنگ دستی اور فاقہ مستی میں بھی تعلق باللہ سے وہ سرور حاصل ہوتا ہے۔ جو ایک دنیادار کو ساری دنیا حاصل کرکے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

دنیا کو مقصود بالذات نہ بنایا جائے اور نہ اس میں دل لگایا جائے۔ دنیا کا دریا بہت گہرا ہے۔ جس نے بھی اس میں پاؤں رکھا وہ ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہے کشتی کنارے لگا دیتا ہے —— بہت خلقت اس میں ڈوب چکی ہے اس دریا میں ہوشیاری سے قدم رکھنا چاہیئے اصل زندگی تو آخرت کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥ سورۃ العنکبوت پ ۲۱

اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

یعنی آدمی کو چاہیئے کہ اس چند روزہ زندگی میں آخرت کی فکر کرے کیونکہ اصلی اور دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کی زندگی میں غرق ہو کر اور اس کے کھیل تماشے میں محو ہو کر عاقبت کو نہیں بھول جانا چاہیئے۔ اللہ کے ہاں اس دنیوی دولت کی کوئی قدر نہیں ہے اور نہ اس کا زیادہ دیا جانا قرب ووجاہت کی دلیل۔ طلب دنیا یعنی دنیا کمانا تو بُرا نہیں، لیکن دنیا کی محبت میں غرق ہو جانا برا ہے۔ مال مثل پانی کے ہے اور انسان کا قلب مثل کشتی کے ہے۔ پانی کشتی کا معین بھی ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے۔ کشتی کے باہر اور اس کے نیچے ہو تو معین ومددگار ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر آ جائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔ اسی طرح مال اگر ہاتھ میں ہے تو معین ہے اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ دنیا ہاتھ میں جائز ہے۔ جیب میں جائز ہے کسی سبب کے لئے نیک نیت کے ساتھ اس کا ذخیرہ کرنا بھی جائز ہے لیکن

دنیا کو دل میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ دروازے پر دنیا کا ٹھہرانا جائز ہے لیکن دروازے کے اندر اس کا آنا جائز نہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ اللہ کے نزدیک دنیا کی کیا قدر و قیمت ہے۔ لیکن ہم اس دنیا کے حاصل کرنے کے لئے ہر مکر و فریب استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات ایمان کی پونجی بھی مٹا دیتے ہیں۔

حُبّ دنیا دل سے نکالی کس طرح جائے

کسی شخص نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ میں اپنے قلب سے دنیا کی محبت کس طرح نکالوں؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا اپنے مصاحبوں کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے اس میں غور کیا کرو کہ یہ ان ساتھ کیسی چالیں چلتی ہے۔ ان کے ساتھ کھیلتی ہے ان کو اپنے پیچھے دوڑاتی ہے اور ان کو درجہ بدرجہ ترقی دیتی ہے اور لوگوں کی گردنوں پر ان کو سوار کر دیتی ہے اپنے خزانے اور عجائبات ان پر ظاہر کرتی رہتی ہے ایسی حالت میں وہ اپنی رفعت اور ترقی اپنے اختیارات اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنے لگتے ہیں اور دنیا کو اپنا خادم بنا ہوا دیکھ کر مگن ہو جاتے ہیں پھر وہ دفعتاً ان کو پکڑ کر قید کر دیتی ہے اور دھوکہ دے کر ان کو اتنی بلندی سے سر کے بل نیچے پھینکدیتی ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور وہ کھڑی ہو کر ان پر ہنستی ہے اور شیطان بھی اس کے پہلو میں کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہنستا ہے۔ یہ ہے اس کا برتاؤ جو آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اپنے پرستاروں کے ساتھ کرتی چلی آئی ہے، اور قیامت تک کرتی چلی جائے گی۔ بڑے بڑے سلاطین اور تونگروں کو اسی طرح اونچا اٹھاتی۔ اور پھر نیچا دکھاتی چلی آئی ہے۔ پہلے آگے بڑھاتی ہے پھر پیچھے ہٹاتی ہے تونگر بناتی ہے۔ پھر فقیر کر دیتی ہے۔ پاس بلاتی ہے پھر ذبح کر دیتی ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو دنیا پر غالب آ گئے اور وہ ان پر غلبہ نہ پا سکی اور وہ اس کے شر سے بچے رہے۔ ایسے معدودے چند افراد ہی نظر آئیں گے۔ دنیا کے شر سے بچتا وہی ہے۔ جس نے اس کو پہچان لیا اور اس کی چالوں کو سمجھ گیا اگر تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دنیا کے عیوب کی جانب نظر کرو گے تو اس کو قلب سے باہر نکال سکو گے اور اگر سر کی آنکھوں سے دیکھو گے تو اس کے عیوب پر نظر کرنے کی بجائے اس کی آرائش میں مشغول ہو جاؤ گے اور اس کو اپنے قلب سے نکالنے پر قادر نہ ہو سکو گے اور جس طرح وہ دوسروں کو قتل کر چکی ہے تمہیں بھی قتل کر ڈالے گی۔

جب انسان کے دل میں حیات دنیوی کی درستی اور اصلاح اور اس کی آرائش کا شوق پیدا ہو جاتا ہے تو صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کے ناپائیدار مشغول میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ عاقبت کی خبر ہی نہیں رہتی۔ قلب میں حُبّ دنیا جاگزیں ہو جاتی ہے اور بدن اس کی اصلاح و تدبیر میں مصروف ہو جاتا ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور منزل کا پڑاؤ ہے اور تم جسم خاکی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہو اس لئے تم کو چاہیئے کہ اپنی سواری کا گھاس و دانہ بقدر کفایت اٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان مہیا کر لو تاکہ دائمی زندگی آرام سے گزار سکو اور اس ماتحت سواری کی پرورش اور فربہی میں مشغول ہو جاؤ گے تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور تم منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکو گے جب تک انسان دنیا سے منہ نہ پھیرے اور ان فانی لذتوں کو منقطع نہ کرے اور بقدر ضرورت قناعت کر کے ذکر و فکر میں مشغول نہ ہو اس وقت تک حق تعالےٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ دنیا کو مقصود حیات سمجھ کر اس کے کمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور ان کی طلب کبھی ختم نہیں ہوتی دنیا کے زر و مال کو اطمینان کا ذریعہ خیال کرنا بڑی حماقت ہے طالب دنیا کو کبھی راحت مل ہی نہیں سکتی۔ دنیا میں اگر اطمینان اور راحت مل سکتی ہے تو وہ صرف تعلق باللہ میں ہے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب فانی ہے۔ فانی سے کیا جی لگانا، اللہ سے دل لگانا چاہیئے۔

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

عشق با مردہ نہ باشد پائیدار
عشق با حیّ و قیوم دار
عاشقی با مردگاں پائندہ نیست
زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
غرق عشقے شو کہ غرق است اندریں
عشقہائے اولین و آخریں

یاد رکھو

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے اور کبھی ختم نہیں ہو گا۔ پھر باقی و دائمی کو چھوڑ کر فانی اور زائلی کو پسند کرنا کہاں کی عقل ہے۔

سوانح حیات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"انوارِ ولایت"

(مصنفہ)
ماسٹر لال دین صاحب اخگر

چھپ کر فروخت ہو رہی ہے۔

"تقریظ"

از رشحات قلم حضرت مولانا قاری عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

محترم ماسٹر لال دین صاحب اخگر نے حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحیات لکھنے کی اجازت حضرتؒ کی زندگی میں ہی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ ابا جانؒ کے ارشاد کے مطابق ماسٹر صاحب موصوف کو وہ مسودہ دیا گیا۔ جس کو حضرتؒ نے بابو منظور سعید صاحب بنفس نفیس لکھوایا تھا۔ علاوہ ازیں ماسٹر صاحب نے حضرتؒ کی سیرت کے بہت سے مناسب اور متنوع عنوانات تحریر کر کے میری موجودگی میں حضرتؒ کے حضور میں پیش کئے تھے جن کو سماعت فرمانے کے بعد آپؒ نے ان کو اپنے انداز میں سوانح حیات کی ترتیب و تالیف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ابھی یہ مہتم بالشان کام ابتدائی.. حالت میں ہی تھا۔ جبکہ حضرتؒ عالم بقا کو کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ماسٹر صاحب نے بتوفیق ایزدی اپنے کام کو جاری رکھا۔ اور جو کچھ بھی اس ضمن میں تحریر فرمایا۔ مجھ کو مختلف وقتوں میں سناتے رہے اگرچہ آبا جانؒ مرحوم کو ماسٹر موصوف کی مسلک شناسی اور اس کو سلامت روی کے ساتھ پیش کرنے کے متعلق مکمل یقین تھا۔ اور اُن کے اس اعتماد کی بنا پر مجھ کو بھی ان کی تحریرات پر اس بات کا پورا اعتماد تھا کہ حضرت کے سوانح حیات کو افراط و تفریط سے بچا کر ہی لکھیں گے۔ تاہم میں نے ماسٹر صاحب کی تمام عبارات من وعن سُنی ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بزرگان دین کے غیر محتاط لکھے ہوئے حالات پر۔

"پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند"

کا حقیقت آمیز طنز صادق آتا ہے۔ المختصر احقر کی زیر نظر سیرت کا مسودہ اپنی صحت کے اعتبار سے شکوک و شبہات سے بالا تر ہے۔ لہذا میں اس تصنیف کی تکمیل پر حضرتؒ کی تمام جماعت کی طرف سے جو لاکھوں نفوس پر مشتمل ہے۔ ماسٹر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالے نے ان سے محض اپنے لطف وکرم سے یہ عظیم المرتبت دینی خدمت کی ہے دعا ہے حق تعالے اس کتاب کو ملت اسلامیہ کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ تاکہ اس کے لکھنے کا مقصد پورا ہو۔

اس موقعہ پر میں ماسٹر موصوف کا تھوڑا سا تعارف کرا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کو طالب علمی کے زمانے سے حضرتؒ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت چلی آتی ہے۔ ان کو پندرہ سال تک حضرتؒ کے ساتھ جلوت و خلوت میں خادمانہ حاضری کے مواقع نصیب ہوئے ہیں۔

چنانچہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہفت روزہ خدام الدین کا اجرا فرمایا۔ اور حضرت تمام طبع ہونے والے مضامین کو پڑھ کر اشاعت کی اجازت دیتے تھے تو ان دنوں حضرتؒ ماسٹر صاحب کے مضامین کو پڑھ کر اشاعت کی اجازت دیتے تھے تو ان دنوں حضرتؒ ماسٹر صاحب کے مضامین اس قدر پسند فرمایا کرتے تھے کہ اپنی طرف سے عنوانات پیش کر کے ان سے مضامین لکھواتے تھے۔ اس سلسلے میں ماسٹر صاحب نے محسنۂ کائنات کے عنوان سے مسلسل چھبیسؔ قسطیں بھیجیں۔ تو آبا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں تنہائی میں جب محسنۂ کائنات کی کوئی قسط پڑھتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کئی دفعہ نجی مجالس اور باقی احباب کے حلقوں میں ان کے مضامین کی تعریف و تحسین فرمایا کرتے تھے۔ میں تو اس کو ماسٹر موصوف کی سعادت کا بہت بڑا نشان سمجھتا ہوں کہ ان کی دینی بصیرت کا تذکرہ زمانے کے ایک ممتاز ترین مفسر قرآن کی زبانِ مبارک پر ہوتا تھا۔

چنانچہ ماسٹر صاحب کے مضامین کا یہ سلسلہ نہ صرف ہفت روزہ خدام الدین کے صفحات پر ہی مقبول خاص و عام ہوا۔ بلکہ کتابی شکل میں چھپ کر سینکڑوں گھرانوں کی اصلاح کا باعث بنا۔ اور اس کتاب پر سب سے پہلی تقریظ حضرتؒ نے اپنے دست اقدس سے تحریر فرمائی ہے جو ہر اعتبار سے بے بدل ہے۔ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس دینی خدمت کا اجر عطا فرمائے اور اس نوشتہ کو ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ مکرر دعا ہے کہ پروردگار عالم ماسٹر صاحب کو اس کتاب کی دوسری جلد مخلصانہ تصنیف کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

احقر عبید اللہ انور
۱۷ر شعبان ۱۳۸۳ھ

بقیہ:- شذرہ

نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ملاوٹ کا مرض دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس جرم کا استیصال کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قانون میں ترمیم کر کے اس کی سزا بڑھا دی جائے۔ ہماری رائے میں مجرمین کو برسرعام بیدزنی کی سزا دی جائے۔ تاکہ ان کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی عبرت ہو۔ آج کل ملاوٹ کی سزا عام طور پر جرمانہ کی ہوتی ہے بعض مقدمات میں دو تین ماہ قید بامشقت کی بھی سزا دی جاتی ہے۔ جرمانہ ادا کرنے والے مجرم پہلے سے زیادہ اس جرم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں تاکہ جرمانہ کی رقم پوری کر سکیں۔ یہ لوگ دو تین ماہ کی قید بامشقت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ان حالات میں اس جرم کے استیصال کے لئے عبرتناک سزا کا ہونا بیحد ضروری ہے۔

آج کل عام مسلمانوں کی ذہنیتیں تو وہی ہیں جو پہلے زمانے کے مسلمانوں نے اپنے مخالف لڑنے والوں کے لئے قائم کی تھیں مگر وہ لڑنے والے آدمی مر چکے۔ ان کے نام سے یا ان کی وراثت سے جو قومیں پیدا ہوئیں ہم ان کو بھی ان کے آباء اجداد کی طرح لڑنے والا فرض لیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔ یہ مفروضہ اس طرح غلط ہے جس طرح یہ مفروضہ غلط ہے کہ آج کے مسلمان ان مسلمانوں کے قائم مقام ہیں جنہوں نے قرآن کے جہاد یا انقلاب کو کامیاب بنایا تھا۔ اگرچہ ایک مسلمان اپنے آپ کو طبعی طور پر ان مسلمانوں کو جائز وارث بناتا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے وہ باتیں ان مسلمانوں میں نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی طرح کامیابیوں کے مالک نہیں ہیں ہماری سمجھ میں ان کافروں کے قائم مقام بھی حقیقت میں ان لڑنے والے کافروں کے پورے پورے قائم مقام نہیں ہو سکتے (واللہ اعلم بالصواب)

لڑائی قائم ہو جانے کے بعد حزب اللہ کا فرض

اس کی طرف آیت کے اس حصے میں ارشاد ہے :- ان کنتم خرجتم جہادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی :- یہ یا ایھا الذین امنوا سے خطاب ہے

پہلے درجے پر ایمان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والا قرآن حکیم کو صحیح مانتا ہی اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کر چکا ہے اور اس کے مخالف قانون کو نہ ماننے کا بھی عزم مصمم کر چکا ہے اب وہ مجمل ایمان ذرا مفصل ہو جاتا ہے

سبیل اللہ کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو سبیل اللہ کہا جاتا ہے ——

جہاد کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی ہر ایک جدوجہد کو جہاد کہا جاتا ہے

جہاد کی غرض و غایت

اس جدوجہد کی عملی صورت قانون معین کرتا رہے گا قانون کی روح ہمیشہ قائم رکھنی چاہیئے تو قانون ٹھیک نتیجہ پیدا کرے گا کیونکہ جب قانون کی روح نظر انداز ہو جاتی ہے تو قانون کی ظاہری پابندی مفید نتائج پیدا نہیں کرتی ——

قانون کی روح

قانون کی روح کو ہمیشہ مدنظر رکھنے کو ابتغاء مرضاتی کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حزب اللہ کی اعلےٰ جماعت کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ہے اللہ کو راضی کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی پرواہ نہ کی جائے۔ اسی بات کو ابتغاء مرضات اللہ کہا گیا ہے۔ گویا اللہ کے قانون کو مان کر غیر کے قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو اس سے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے قانون کی اس سپرٹ کو قائم رکھنا نہایت ضروری ہے

سورۃ الممتحنہ

:- غازی خدا بخش صاحب
شیخ بشیر احمد بی۔ اے۔

از امام انقلاب مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ مدنی سورت ہے۔

موضوع سورت

اگر حزب اللہ کے ارکان خیانت کریں تو انہیں کیا سزا دی جائے گی ؟ اس مسئلے کی توضیح المتحنہ میں کی گئی ہے اسی سلسلے میں حزب اللہ کے ارکان کو راز داری کا حکم دیا گیا ہے یہ جنگی قوت پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

سورۃ الحشر کے ساتھ ربط

سورۂ حشر میں لڑنا اور سرمایہ جمع کرنا حزب اللہ کے فرائض میں داخل کیا گیا تھا اس سورت المتحنہ میں بتایا گیا ہے کہ حزب اللہ اپنا حاکمانہ نظام ایک قانون کے اندر قائم کرے کیونکہ جو جماعت قانون کے اندر رہ کر اپنا نظام رکھ سکتی ہے اسے اگر دوسری قوم پر حاکم بنا دیا جائے تو وہ اس کا انتظام بھی قانون کے اندر رہ کر کر سکے گی اس طرح ظالمانہ قوتوں کا استیصال ہو جائے گا

ایک واقعہ

حزب اللہ کا ایک ممبر ہے وہ مہاجر ہے وہ کفار کی جاسوسی کرتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا معاملہ کرتے ہیں ؟ اس پر لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ کیا ایسا سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس کے بعد تمام قاعدے تلقین کر دیئے گئے اور حکم دے دیا گیا کہ حزب اللہ کے ممبران قواعد کے اندر رہ کر قائم کریں۔

حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ کفار نے توڑی تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ عساکر جمع کر کے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے کوشش کی کہ اس تیاری کی خبر باہر نہ نکل سکے لیکن ایک بدری مہاجر حاطب ابن ابی بلتعہ نے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تحقیقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے اطلاع دی کہ اہل مکہ جن کے قبضہ میں اہل و عیال ہیں اس احسان کے عوض. میرے اہل و عیال سے اچھا سلوک کریں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عذر قبول فرما لیا اور اس سے کچھ تعرض نہ کیا اس پر یہ آیات نمبر ۱ تا نمبر ۳ نازل ہوئیں جن میں پیغمبر ؑ کے اس فعل کو قاعدہ مقرر کرنے کے بجائے اسے حالات کے لئے نئے قوانین دیئے گئے ہیں —

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ج يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ط اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ قلے تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ قلے وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○

ترجمہ اے ایمان والو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں۔ رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لئے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو۔ اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستے سے بہک گیا۔

دشمن طاقت

دشمن طاقت کی توضیح اس آیت میں ان الفاظ سے کر دی گئی ہے :-

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ج يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ،

مَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ :- وہ انقلاب ہے جو قرآن حکیم لے کر آیا ہے۔

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ : تم نے اس انقلاب کو کامیاب بنانے کا ذمہ اٹھایا۔

انسان اپنے رب کے سوا کسی کا حکم مان ہی نہیں سکتا یہ طبعی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے خدا کے حکم کے سوا اور سب حکموں کے ماننے سے انکار کر دیا

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ : "اس جرم" کی پاداش میں کہ تم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانتے انقلاب کے مخالفین رسول اللہ کو اور تمہیں وطن سے خارج کر دیتے ہیں وہ مار نہیں سکتے رشتہ داری ہے اور ڈرتے ہیں کہ اس وجہ سے خود ان کے اندر شدید اختلافات پیدا نہ ہو جائیں اس لئے وہ گھر سے نکال ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں حقیقت میں انسان کی جلا وطنی بھی موت کے قریب ہے یہ ہے دشمن طاقت

دشمن کون ہے

اس قسم کی جماعت جب کبھی پیدا ہو گی دشمن کہلائے گی اس میں ہم تین چیزوں کو اساس قرار دیتے ہیں۔

(۱) قرآن کے انقلاب کو سمجھنا ؟

(۲) اس انقلاب کو کامیاب بنانے والی جماعت سے لڑائی مول لے تاکہ وہ جماعت اسے کامیاب نہ بنا سکے۔

(۳) ایک جماعت قرآن کے انقلاب پر ایمان رکھتی ہو اور اس انقلاب کے سوا اور کوئی پروگرام مانتی ہی نہ ہو۔ مخالف اس سے لڑائی کرے۔

ایسی جماعت دشمن کہلائے گی۔

اب ایک شخص ہے جو قرآن حکیم کے انقلاب کو نہیں سمجھتا یا وہ اس جماعت کو قرآن کے انقلاب کو ذمہ داری سے کامیاب بنانے والی جماعت نہیں مانتا یا وہ ان سے لڑائی نہیں کرتا تو ایسا شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق کافروں کی فہرست میں شامل کئے جانے کے مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

جو شخص ان شرطوں کو پورا کرتا ہے اور قرآنی جماعت کے بالمقابل میدان میں آتا ہے اور پھر ایک جماعت اس کی حلیف لڑتی ہے جس میں یہ تفصیل اجزا نظر نہیں آتے تو عملی طور پر اس حلیف کو بھی کافر ہی متصور کیا جائے گا۔

بچوں کا صفحہ

جواہر پارے

جناب غلام عبدالباقی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مشہور خطبے میں فرمایا۔ "آدمی اپنے ہنر سے آدمی ہے۔ آدمی کا رتبہ اتنا ہی ہے جتنا اس کا ہنر ہے۔ لہٰذا علم میں گفتگو کرو تاکہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "علم سے مومن کو کبھی سیری نہیں ہوتی۔ علم حاصل ہی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے"

ابو الاحوص سے مروی ہے کہ عبداللہ نے کہا۔ "آدمی عالم نہیں پیدا ہوتا۔ علم سیکھ کر عالم بنتا ہے"۔

ابن شبیب کا مقولہ ہے۔ "طبیعت تربیت سے بنتی ہے۔ علم تلاش سے ملتا ہے"۔

حضرت امیر المومنین رضؓ کا مقولہ ہے "علم کا گم گشتہ حال ہے۔ جہاں ملے لے لو۔ چاہے مشرکین کے ہاتھ سے ہو۔ علم سیکھنے میں عیب نہ سمجھو۔ آپس میں رلو ملو، اور علم کا چرچا کرو، ورنہ علم جاتا رہے گا"۔

علقمہ کہا کرتے تھے "۔ حدیث کا مذاکرہ کرو۔ کیونکہ علم مذاکرہ سے جوش مارتا ہے"۔

سعید بن جبیر رضؓ کہا کرتے تھے "حضرت ابن عباس رضؓ مجھ کو حدیثیں سناتے تھے اگر اجازت دیتے کہ اُٹھ کر پیشانی چوم لوں تو ضرور چوم لیتا"۔

خلیل ابن احمد کا مقولہ ہے "کتابوں سے زیادہ اپنے سینے کے علم کا مذاکرہ کیا کرو"۔

ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ مجھے علم کا شوق ہے، مگر اس اندیشے سے حاصل نہیں کرتا کہ ضائع نہ ہو جائے" فرمایا۔ "علم کا ضائع ہونا یہی ہے کہ علم کو چھوڑ دیا جائے"۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ کا کا مقولہ ہے۔ "علم کا احاطہ ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا علم میں انتخاب سے کام لو"۔ حضرت ابن عباس رضؓ ہی کے اشعار ہیں:۔

(۱) ما أکثر العلم وما أوسعه

من ذا الذی یقدر أن یجمعه

(علم کی کثرت و وسعت کا کیا ٹھکانا کون اسے جمع کر سکتا ہے)

ان کنت لابد له طالبا

محاولا فالتمس انفعه

(جب علم حاصل ہی کرنا ہے تو زیادہ سے زیادہ مفید علم کی تلاش کرو)

لقمان نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔ "اب تیری دانائی کس منزل میں ہے؟" بیٹے نے جواب دیا۔ "بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرنے لگا ہوں"۔ لقمان نے کہا۔ "ابھی ایک کسر باقی ہے۔ علماء کی صحبت میں بیٹھ۔ کیونکہ خدا نور حکمت سے مُردہ دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح مینہ سے مُردہ زمین کو"۔

زید بن اسلم کہتے ہیں۔ لقمان حکیم کی ایک نصیحت یہ بھی ہے۔ "فرزند! علماء سے حُجت نہ کرنا کہ تجھے ذلیل سمجھیں۔ ٹھکرا دیں، بے وقوفوں سے تکرار نہ کرنا کہ گالیاں دیں اور رُسوا کر ڈالیں۔ بڑوں اور چھوٹوں سب کی برداشت کرنا کیونکہ علماء کے حلقہ میں وہی کھپ سکتا ہے جو ان سے نرمی برتتا ہے اور سیکھنا چاہتا ہے"۔

حضرت عباس رضؓ بن عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نصیحت کی "فرزند! تین ارادوں سے علم حاصل نہ کرنا (۱) ریا کے ارادے سے (۲) بحث مباحثے کے ارادے سے (۳) فخر و مباہات کے ارادے سے۔ اور تین ارادوں سے علم کو ترک نہ کرنا (۱) جہل کی محبت سے (۲) علم کی ناقدری سے (۳) طلب علم میں شرم سے"۔

حضرت علی رضؓ کا مقولہ ہے۔ "علم سیکھو اور جب سیکھ چکو تو اس کا وزن بھی برداشت کرو۔ ہنسی مذاق کھیل کود سے علم کو نہ ملاؤ کہ دل اس سے نفرت کرنے لگیں"۔

اور فرمایا۔ "علم حاصل کرو مگر علم و وقار کے زیور سے بھی آراستہ رہو، اُستادوں اور شاگردوں کے ساتھ خاکسار رہو۔ جبار عالم نہ بنو کہ تمہارا باطل تمہارے حق کو برباد کر ڈالے"۔

امام زہری کا قول ہے۔ "علم پر بھی بربادیاں آتی ہیں۔ ایک بربادی یہ ہے کہ علم میں جھوٹ کی آمیزش کر دی جائے۔ اور یہ علم کی سب سے بڑی بربادی ہے"۔

اعمش کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "علم آفت نسیان ہے اور علم کی تباہی یہ ہے کہ نااہل کے حوالے کر دیا جائے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ "حکمت کو اہل سے باز نہ رکھو کہ گناہ ہے اور نااہل کے سامنے پیش نہ کرو کہ حماقت ہے۔ مہربان طبیب کی طرح بنو جو دوا کا وہیں استعمال کرتا ہے جہاں مفید ہوتی ہے"۔

حضرت جابر رضؓ کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں فرمایا۔ "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔ کیونکہ نہیں معلوم اس حج کے بعد شاید پھر حج کر سکوں"

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ "مجھ سے علم سیکھو، مجھ سے علم سیکھو"۔

آمین بجاہ سید المرسلین

قرآن کا خلاصہ

- سب سے توڑ اللہ سے جوڑ
- اللہ کو عبادت سے

رسولؐ کو اطاعت سے

اور

مخلوق کو خدمت سے راضی کرنا۔

(حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ)

۲۱ فروری سنہ ۶۴ء

خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T. ۲۷۳۰-۸۱-۲۴۴۲ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء